

جدید علمی تغیرات اور اسلامی تصورِ علم: وحی اور انسانی فہم کے باہمی تعلق کا مطالعہ

Modern Knowledge Transformations and Islamic Epistemology: An Analytical Inquiry into the Interplay between Revelation and Human Understanding

*Hassan Ur Rehman Taqvi,

Lecturer in Islamic Studies,

Govt. Associate College, Makhdoom Rasheed, Multan.

PhD Scholar, Institute of Islamic Studies,

Bahauddin Zakariya University, Multan, Pakistan.

ttaqvi@gmail.com

**Abdul Majeed Chishti

Ph.D Scholar, Bahauddin Zakariya University, Multan.

abdulmajeedchishti8@gmail.com

Abstract:

This research examines the reconfiguration of Islamic epistemology in the face of contemporary knowledge paradigm shifts, specifically focusing on the dialectical relationship between Revelation (Wahy) and Human Understanding (Fahm). The 21st-century epistemic landscape, characterized by empirical materialism, value-neutrality, and human-centered rationality, poses significant challenges to the traditional Islamic frameworks that integrate the metaphysical with the physical. This study argues that the equilibrium between absolute Revelation and evolving human intellect cannot be maintained through purely defensive or apologetic stances. Instead, it necessitates a robust "Epistemic Ground" that recognizes Revelation as the ultimate criterion while incorporating modern empirical insights as "supporting contexts" (Qarā'in). Utilizing an analytical and descriptive methodology, the research explores how classical frameworks – such as Uṣūl al-Fiqh and Maqāṣid al-Sharī'ah – can interact with modern socio-scientific shifts without compromising their foundational integrity. The study concludes that the resilience of Islamic epistemology in a postmodern era lies in an "epistemic mediation" that bridges the gap between the absolute and the historical, allowing for a creative synthesis that addresses contemporary challenges while remaining anchored in divine guidance.

Keywords: Islamic Epistemology, Revelation, Divine, Human Understanding (Fahm), Paradigm Shifts, Epistemic Mediation, Modernity, Uṣūl al-Fiqh.

مقدمہ

جدید دنیا میں علم کی تشکیل کے طریقے، اس کے مصادر اور اس کی سماجی حیثیت میں ایسی نمایاں تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں جنہوں نے انسانی فکر کے ہر گوشے کو متاثر کیا ہے۔ علم اب محض معلومات کے اضافے یا تکنیکی مہارت کا نام نہیں رہا، بلکہ خود علم کی تعریف، اس کے معیار اور مقصد میں بنیادی انقلابی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ سائنسی طریق تحقیق، سماجی نظریات، اور ڈیٹا و ٹیکنالوجی پر مبنی موجودہ علمی بیانیے نے ایک ایسا فکری ماحول پیدا کیا ہے جہاں علم کو اکثر انسانی تجربے تک محدود اور مابعد الطبیعیاتی اقدار سے ماورا تصور کیا جاتا ہے۔ اس تناظر میں مسلم علمی روایت کو ایک دوہری صورت حال کا سامنا ہے؛ ایک طرف وحی کی مطلق اور ابدی حیثیت ہے، اور دوسری طرف انسانی فہم کی وہ تاریخی و سیاقی نوعیت ہے جو مسلسل بدلتے ہوئے علمی تغیرات سے متاثر ہوتی ہے۔ یہ تضاد محض نظری نہیں ہے بلکہ اس کے اثرات مسلم معاشروں کے تعلیمی، قانونی اور سماجی ڈھانچوں پر بھی گہرے محسوس کیے جا رہے ہیں۔

مغربی نشاۃ ثانیہ کے بعد سے علم کی تعریف میں جو بنیادی تبدیلی آئی، اس نے "سچائی" کے روایتی تصور کو بدل کر اسے صرف مادی حقائق اور

انسانی مرکزیت (Human-centered) تک محدود کر دیا ہے۔¹ اس علمياتی فضا میں وحی پر مبنی علم کو اکثر حُجی دائرے تک محدود کر دیا جاتا ہے یا اسے جدید علمی معیارات کے تحت از سر نو بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسلامی تصور علم اس رجحان سے بنیادی طور پر مختلف ہے، جہاں وحی کو علم کا مرکزی ماخذ تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی فہم کو بھی ایک فعال، تاریخی اور ارتقائی کردار دیا جاتا ہے۔² یہی انسانی فہم اجتہاد، تنوع اور علمی ارتقاء کی وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جس کے بغیر وحی کے پیغام کی عالمگیر تطبیق ممکن نہیں رہتی۔

مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب جدید علمی تغیرات اس انسانی فہم کو یا تو مطلق بنا دیتے ہیں یا اسے بالکل مشکوک قرار دے کر وحی کے ساتھ اس کا رشتہ منقطع کر دیتے ہیں۔ معاصر مفکرین کے مطابق، جدید اسلام میں اصل بحران وحی کے متن کا نہیں بلکہ "سچائی کے دعوؤں" کی اس انسانی تفہیم کا ہے جو جدید علمياتی جکڑ بندیوں کا شکار ہو چکی ہے۔³ ان تبدیلیوں نے مسلم علمی دنیا میں ایک ایسی علمياتی بے سستی (Epistemic Disorientation) پیدا کی ہے جو نہ تو اپنی کلاسیکی روایت کی روح سے مکمل ہم آہنگ ہے اور نہ ہی جدید علمی حقائق کا کوئی پختہ ادراک پیش کرتی ہے۔ جس طرح جدیدیت نے علم کو مادی افادیت تک محدود کیا، اسی کے ردِ عمل میں پیدا ہونے والے مذہبی دفاعی رویوں نے فہم وحی کو بسا اوقات اتنا مُجذ کر دیا کہ وہ عصری سوالات کا جواب دینے سے قاصر نظر آتا ہے۔

یہ مقالہ اسی فکری تناؤ کو نہ تو محض مناظرانہ اسلوب میں حل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ ہی اسے جدیدیت کے سامنے سپر اندازی کا راستہ قرار دیتا ہے، بلکہ یہ اس علمياتی زمین کا تجزیہ کرتا ہے جس پر وحی اور انسانی فہم کا رشتہ استوار ہے۔ اس تحقیق کا رخ اس جانب ہے کہ وحی اور فہم انسانی کا یہ باہمی تعلق جدید علمی تغیرات کے سامنے کس نوعیت کا توازن اختیار کر سکتا ہے اور اس تعامل کی علمی حدود و شرائط کیا ہونی چاہئیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک انسانی عقل کو وحی کے نور میں کائنات کا مطالعہ کرنے کی آزادی حاصل تھی، مسلم علمی دنیا نے علوم و فنون کے نئے باب روشن کیے، مگر جب عقل کو وحی کا متبادل یا وحی کو عقل کا حریف بنا دیا گیا، تو علم کی وہ وحدت پارہ پارہ ہو گئی جس کا علمبردار اسلام رہا ہے۔⁴

اکیسویں صدی کے علمی بیانیے، جو مشاہداتی مادیت اور قدر سے عاری (Value-neutral) علم پر استوار ہیں، مسلم علمی روایت کے لیے ایک بڑا فکری چیلنج بن کر ابھرے ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ معاصر علمياتی تغیرات (Epistemic Shifts) کے تناظر میں اسلامی تصور علم کی تشکیل نو اور وحی و انسانی فہم کے مابین پائے جانے والے دوطرفہ تعلق کا تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے۔ مقالے میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ وحی اور انسانی فہم کے درمیان پایا جانے والا توازن محض دفاعی یا معذرت خواہانہ رویوں سے برقرار نہیں رکھا جاسکتا، بلکہ اس کے لیے ایک ایسی علمياتی اساس (Epistemic Ground) کی ضرورت ہے جو وحی کو حتمی معیار ماننے کے ساتھ ساتھ جدید علمی مظاہر کو بطور "قرینہ" قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ تجزیاتی اور توصیفی منہج کو بروئے کار لاتے ہوئے، یہ مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ جدید تغیرات کے دور میں اسلامی تصور علم کی بقا اور معنویت اس وسطی علمياتی راستے میں پنہاں ہے جو نہ تو روایت کو غیر تنقیدی انداز میں مسترد کرتا ہے اور نہ ہی جدیدیت کی غیر مشروط پیروی کا قائل ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد یہ دیکھنا ہے کہ اسلامی علمیات میں وحی کی ابدی حقیقت اور انسانی فہم کی ارتقائی نوعیت جدید دور کے فکری پیراڈائمز کے ساتھ کس طرح تعامل کرتی ہے۔

سابقہ لٹریچر کا تنقیدی جائزہ

اسلامی علمیات اور جدید علمی تغیرات کے باہمی تعلق پر موجودہ لٹریچر کا اگر گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اس موضوع پر ہونے والا کام بنیادی طور پر تین بڑے فکری دھاروں میں تقسیم ہے۔ پہلا گروہ ان محققین کا ہے جنہوں نے اسلامی علمیات کی اصولی اور نظری وضاحت پر توجہ مرکوز کی ہے۔ اس ضمن میں محمد کمال حسن اور بنگار عثمان کا کام نہایت اہمیت کا حامل ہے، جنہوں نے "توحیدی علمیات"

(Tawhidic Epistemology) کو ایک ایسے جامع فریم ورک کے طور پر پیش کیا جہاں وحی مرکزی مقام رکھتی ہے اور انسانی فہم اس کے تابع رہ کر کائناتی حقائق کا ادراک کرتا ہے۔⁵ ان مطالعات کی خوبی یہ ہے کہ یہ اسلامی تصور علم کی بنیادوں کو تو مضبوط کرتے ہیں، مگر بسا اوقات یہ بحثیں محض نظری سطح تک محدود رہتی ہیں اور معاصر علمی پیراڈائمز (Knowledge Paradigms) میں ہونے والی تیز رفتار تبدیلیوں سے براہ راست مکالمہ نہیں کر پاتیں۔

دوسرا بڑا فکری رجحان ان مفکرین کا ہے جو جدیدیت اور اسلام کے تعلق کو دفاعی یارِ عملی تناظر میں دیکھتے ہیں۔ عباس زیدی، عبدالقادر طیب اور صبیح الرئیس جیسے محققین نے یہ واضح کیا ہے کہ جدید مغربی علم صرف سائنسی نہیں بلکہ ایک خاص تہذیبی اور سیاسی ایجنڈے کا حامل ہے جو "سچائی" کے مابعد الطبعیاتی تصور کو یکسر مسترد کر دیتا ہے۔⁶ تاہم، ان مطالعات میں عملیاتی تجزیے (Epistemic Analysis) کے بجائے سماجی اور سیاسی پہلو زیادہ غالب نظر آتے ہیں، جس کی وجہ سے وحی اور انسانی فہم کے اس باریک تعلق کی گتھیاں نہیں سلجھ پاتیں جو علمی تغیرات کے اثر سے پیدا ہوتی ہیں۔ طیب کے مطابق معاصر اسلامی نشاۃ ثانیہ کا بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ جدیدیت کے علمی ڈھانچوں کا گہرا ادراک کیے بغیر ہی ان کے رد یا قبول کا فیصلہ کر لیتی ہے۔⁷

تیسرا اگر وہ ان معاصر مطالعات پر مشتمل ہے جو "ایپسٹیمولوجیکل ٹرن" (Epistemological Turn) یا عملیاتی موڑ کی بات کرتے ہیں۔ خالد ابو الفضل اور حمید شادی جیسے مفکرین نے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ جدید دور میں اصل چیلنج متن وحی کا نہیں بلکہ اس انسانی تفہیم کا ہے جو مخصوص تاریخی اور عملیاتی تناظر میں تشکیل پاتی ہے۔⁸ ان محققین کے کام سے یہ تو واضح ہوتا ہے کہ انسانی فہم کو ایک فعال کردار دینے کی ضرورت ہے، مگر یہاں ایک واضح تحقیقی خلا (Research Gap) موجود ہے کہ وحی اور انسانی فہم کے اس باہمی تعلق کو بطور ایک "بنیادی عملیاتی فریم ورک" ابھی تک اس طرح مرتب نہیں کیا گیا جو جدید علمی تغیرات کے سامنے ایک مستقل اور متوازن نظام پیش کر سکے۔ خاص طور پر یہ خلا اس مقام پر زیادہ نمایاں ہے جہاں اصولی فقہ اور اصولی حدیث جیسے علوم کو محض روایتی فنون کے بجائے عملیاتی نتائج (Epistemic Outcomes) کے طور پر دیکھا جائے۔⁹ زیر نظر تحقیق اسی خلا کو پُر کرنے کی ایک علمی کوشش ہے۔

منہج تحقیق

اس مطالعے کے لیے تجزیاتی (Analytical) اور توصیفی (Descriptive) تحقیقی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ تحقیق خالصتاً نظری اور تصوری (Conceptual) نوعیت کی ہے، اس لیے اس میں کوالٹیٹیو (Qualitative) طریقہ کار کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ تحقیق کا مرکز وحی اور انسانی فہم کے درمیان پایا جانے والا "ایپسٹیمک تعلق" ہے، جس کا مطالعہ جدید عملیاتی تغیرات کے تناظر میں کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے جہاں ایک طرف کلاسیکی اسلامی مصادر (جیسے امام شافعی کی الرسالہ اور امام شاطبی کی الموافقات) سے استفادہ کیا گیا ہے، وہیں جدید مسلم اور مغربی مفکرین کے نظریات کو بھی بطور مآخذ استعمال کیا گیا ہے تاکہ ایک تقابلی اور تنقیدی منظر نامہ تشکیل دیا جاسکے۔

اس تحقیق میں کوالٹیٹیو ڈیٹا کے تجزیے کے لیے 'موضوعاتی تجزیہ' (Thematic Analysis) کی تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ اس تکنیک کے تحت پہلے مرحلے میں وحی اور انسانی فہم کے باہمی تعلق سے متعلق کلاسیکی اور معاصر لٹریچر سے کلیدی تصورات (Themes) اخذ کیے گئے ہیں، اور دوسرے مرحلے میں ان تصورات کا جدید 'ایپسٹیمک شفٹس' کے تناظر میں تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ مآخذ کے انتخاب میں 'بنیادی مآخذ' (Primary Sources) کے طور پر امام شافعی کی 'الرسالہ'، کوالٹیٹیو بنیاد اور امام شاطبی کی 'الموافقات' کو مقاصد فریم ورک کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

تحقیق کے مراحل کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ پہلے جدید علمی تغیرات کی عملیاتی ماہیت کو واضح کیا جائے، پھر اسلامی نظام علم میں وحی اور

فہم کی حدود کا تعین کیا جائے، اور آخر میں ان دونوں کے تعامل سے پیدا ہونے والے امکانات کا تجزیہ کیا جائے۔ اس طریقہ کار میں کسی خاص فقہی یا کلامی مکتب فکر کی وکالت کے بجائے اس "اصولی منہج" کو بنیاد بنایا گیا ہے جو عملیاتی سطح پر وحدت علم کا علمبردار ہے۔ لٹریچر کے انتخاب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ وہ معاصر عالمی تحقیقی معیارات پر پورا اترے، جس کے لیے حالیہ برسوں میں شائع ہونے والے اہم بین الاقوامی مقالات اور کتب کو تحقیق کا حصہ بنایا گیا ہے۔¹⁰

بحث و تجزیہ

جدید علمی تغیرات محض معلومات کی مقدار میں اضافے کا نام نہیں ہیں، بلکہ یہ اس بنیادی "پیراڈائم شفٹ" کا اظہار ہیں جس نے انسانی شعور کے لیے علم کی پوری نقشہ گری تبدیل کر دی ہے۔ مغربی نشاۃ ثانیہ کے بعد سے علم کی جو عمارت تعمیر ہوئی، اس کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی گئی کہ حقیقت صرف وہی ہے جو مادی مشاہدے اور تجرباتی بیانیہ کی گرفت میں آسکے۔ اس عملیاتی رخ نے "حقیقت" کو مابعد الطبیعیاتی تناظر سے کاٹ کر صرف طبعی مظاہر تک محدود کر دیا، جس کے نتیجے میں وحی پر مبنی علم کو محض ایک تاریخی یا سماجی مظہر کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا۔ جب ہم اسلامی علییات کے تناظر میں اس کا مطالعہ کرتے ہیں، تو پہلا بڑا تصادم "علم کی وحدت (Unity of Knowledge)" کے تصور پر ہوتا ہے، جہاں اسلام وحی اور کائنات کو ایک ہی سچائی کے دو مختلف رخ قرار دیتا ہے، جبکہ جدیدیت ان کے درمیان ایک ناقابل عبور خلیج حاصل کر دیتی ہے۔¹¹

اس فکری تبدیلی کا ایک اہم پہلو "قدر سے عاری علم (Value-neutral Knowledge)" کا دعویٰ ہے۔ جدید سائنسی منہج یہ اصرار کرتا ہے کہ محقق کو اپنے اخلاقی اور مذہبی عقائد سے الگ ہو کر خالصتاً معروضی (Objective) نتائج برآمد کرنے چاہئیں۔ اگرچہ یہ دعویٰ بظاہر سائنسی غیر جانبداری کا حامل معلوم ہوتا ہے، مگر اسلامی نقطہ نظر سے علم کبھی بھی مقصدیت اور اخلاقیات سے خالی نہیں ہوتا۔ اسلامی تصور علم میں علم کا حصول محض معلومات جمع کرنا نہیں بلکہ "خیر" کی پہچان اور اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے، جہاں وحی انسانی عقل کو وہ اخلاقی جہت عطا کرتی ہے جس کے بغیر علم محض ایک تباہ کن آلہ بن کر رہ جاتا ہے۔¹² یہی وجہ ہے کہ جب جدید علمی تغیرات نے انسانی عقل کو وحی کی رہنمائی سے آزاد کر دیا، تو انسانی فہم کی وہ وحدت پارہ پارہ ہو گئی جو اسلامی تہذیب کا طرہ امتیاز تھی۔

انسانی فہم کی عملیاتی حیثیت کا جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلامی روایت میں فہم انسانی کبھی بھی ایک جامد شے نہیں رہا۔ وحی کا متن اگرچہ ابدی اور غیر متبدل ہے، مگر اس کا انسانی ادراک ہمیشہ سے زمان و مکان کے تابع رہا ہے۔ جدید علمی تغیرات نے اس فہم کو ایک ایسی شدت عطا کی ہے جس میں "سیاق (Context)" متن پر غالب آتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ معاصر مسلم مفکرین کے نزدیک، جدیدیت کا اصل چیلنج یہ نہیں ہے کہ وہ وحی کا انکار کرتی ہے، بلکہ وہ وحی کی تفہیم کے لیے ایسے عملیاتی پیمانے (Epistemic Criteria) وضع کرتی ہے جو وحی کی مطلق حیثیت کو انسانی تجربے کے ماتحت کر دیتے ہیں۔¹³ اس صورت حال میں وحی اور انسانی فہم کا توازن برقرار رکھنا ایک کٹھن علمی فریضہ بن چکا ہے، جہاں ایک طرف لبرل علییات وحی کو محض ایک علامت بنانا چاہتی ہے اور دوسری طرف روایتی جمود فہم انسانی کے ارتقائی کردار سے منکر ہے۔

علمی تغیرات کا ایک اور نمایاں اثر "سچائی کے مصادر" کی تقسیم میں نظر آتا ہے۔ جدید دنیا میں ڈیٹا، ٹیکنالوجی اور حسیت کو سچائی کا حتمی معیار مان لیا گیا ہے، جس نے الہامی خبر (Habar-e-Sadiq) کی علمی وقعت کو ثانوی درجے پر دھکیل دیا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی علییات میں خبر صادق، عقل سلیم اور حواسِ خمسہ علم کے تینوں مربوط ذرائع ہیں، جن میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز کرنا علمی ناچنگگی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔¹⁴ جب ہم جدید دور میں وحی اور انسانی فہم کے باہمی تعلق کی بات کرتے ہیں، تو ہمیں یہ سمجھنا ہو گا کہ انسانی فہم کا کام وحی کے

مقابل آنا نہیں بلکہ وحی کے آفاقی حقائق کو جدید علمی اصطلاحات اور پیروڈائز میں ڈھال کر پیش کرنا ہے تاکہ علم کی وہ ہم آہنگی دوبارہ بحال ہو سکے جو جدیدیت کے اثر سے منتشر ہو چکی ہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جدید علمی تغیرات نے اسلامی تصور علم کے سامنے جو سوالات کھڑے کیے ہیں، ان کا جواب محض جذباتی رد عمل میں نہیں بلکہ ایک گہرے علماتی مکالمے میں پوشیدہ ہے۔ انسانی فہم کو وحی کے نور میں جدید علوم کا تنقیدی مطالعہ کرنا ہو گا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ جدید علم کے کون سے اجزاء اسلامی علمیات کے لیے "معاون قرینہ" بن سکتے ہیں اور کون سے اجزاء وحی کی اساس کے لیے "اپیستیمک خطرہ" (Epistemic Threat) "ثابت ہو سکتے ہیں۔¹⁵ یہ تفریق ہی وہ بنیاد ہے جس پر معاصر دور میں ایک متوازن اسلامی علماتی فریم ورک تعمیر کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی علمی روایت میں اصولی منابج، چاہے وہ اصول فقہ ہوں یا اصول حدیث، محض قانونی یا فنی ضابطوں کا مجموعہ نہیں ہیں بلکہ یہ اس مخصوص علماتی ڈھانچے (Epistemic Framework) کے ثمرات ہیں جن کے ذریعے وحی کی عالمگیریت کو انسانی زندگی کے بدلتے ہوئے حقائق پر منطبق کیا جاتا ہے۔ جدید علمی تغیرات نے ان منابج کے سامنے جو سب سے بڑا سوال رکھا ہے، وہ 'تطبيق' (Application) اور 'فہم سیاق' (Contextual Understanding) کا ہے۔ کلاسیکی دور میں 'تحقیق منابج' کا عمل یعنی کسی شرعی حکم کی بنیاد (Reason) کا معروضی حالات میں سراغ لگانا، نسبتاً سادہ تھا کیونکہ اس وقت کے سماجی اور معاشی ڈھانچے میں پیچیدگی کم تھی، مگر آج کے دور میں جب ہم کسی جدید مسئلے کا شرعی حل تلاش کرتے ہیں، تو ہمیں جدید سماجی علوم، معاشیات اور نفسیات کے فراہم کردہ ڈیٹا کو بطور ایک لازمی 'قرینہ' تسلیم کرنا پڑتا ہے۔¹⁶ اس مقام پر انسانی فہم کا کردار یہ ہے کہ وہ جدید علوم کے ان نتائج کو وحی کے ابدی اصولوں کے ساتھ اس طرح جوڑ دے کہ حکم شرعی اپنی روح میں متاثر نہ ہو مگر اس کی صورت عصر حاضر کے مطابق ہو۔

جدید دور میں ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور خصوصاً ڈیپ فیکس (Deepfakes) نے انسانی مشاہدے اور سمعی و بصری شہادتوں کی معتبریت پر سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ اسلامی علمیات میں 'خبر صادق' (Authentic Information) کا تصور حتمی ہے، مگر جدید ٹیکنالوجی نے اس خبر کی انسانی تفہیم کو مشکوک بنا دیا ہے۔ اس علماتی تعامل میں 'مقاصد شریعہ' کا تصور ایک کلیدی پل کا کردار ادا کرتا ہے۔ جدید علماتی تغیرات نے انسانی فہم کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ محض نصوص کے ظاہری الفاظ تک محدود رہنے کے بجائے ان کے پیچھے چھپی ہوئی مصلحتوں، غایات اور انسانی بہبود کے پہلوؤں کو تلاش کرے۔ معاصر محققین کے نزدیک مقاصد کا یہ فریم ورک ہمیں وہ وسعت فراہم کرتا ہے جس کے ذریعے ہم جدیدیت کے پیدا کردہ پیچیدہ مسائل کو اسلامی تناظر میں سمجھ سکتے ہیں۔ جدید سائنسی تغیرات نے زمین کے بگڑتے ہوئے ماحولیاتی توازن اور کاربن اخراج کے تباہ کن اثرات کا جو ڈیٹا فراہم کیا ہے، وہ خالصتاً ایک مشاہداتی اور مادی علم ہے۔ تاہم، یہاں ایک نہایت نازک علماتی سرحد موجود ہے؛ اگر انسانی فہم مقاصد کی تلاش میں نص قطعی کے وجود ہی سے صرف نظر کر لے یا مصلحت کو وحی کے مقابل ایک آزاد ماخذ بنا دے، تو یہ اسلامی علمیات کے بنیادی ڈھانچے کے لیے ایک 'اپیستیمک خطرہ' (Epistemic Threat) بن جاتا ہے۔¹⁷ اس لیے معاصر اصولی فہم میں یہ ضرورت بڑھ گئی ہے کہ وحی کی حاکمیت کو برقرار رکھتے ہوئے جدید تجرباتی علوم کے نتائج کو صرف ایک 'معاون قرینہ' کے طور پر جگہ دی جائے، نہ کہ انہیں وحی کے متبادل کے طور پر ابھارا جائے۔

ڈیجیٹل انقلاب اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں علم کی استناد (Authenticity) اور اس کی ترسیل کے پیمانے بھی تیزی سے بدل رہے ہیں۔ جب ہم اصول حدیث کے تناظر میں 'خبر' (Information) کی پرکھ اور اس کے علماتی مقام کی بات کرتے ہیں، تو جدید انفارمیشن تھیوری اور ڈیٹا اینالیٹکس کے تصورات ہمیں نئے فکری چیلنجز فراہم کرتے ہیں۔ یہاں یہ سوال اہم ہو جاتا ہے کہ کیا ہماری روایتی اصولی بنیادیں ان

ڈیجیٹل تغیرات کا احاطہ کرنے کی علمی صلاحیت رکھتی ہیں؟¹⁸ درحقیقت، اسلامی اصولی روایت میں پلک اور استحکام کا جو علمی امتزاج موجود ہے، وہ انسانی فہم کو یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ جدید علمی تغیرات کو بطور 'خام مال' (Raw Material) استعمال کرے اور وحی کے آفاقی اصولوں کی روشنی میں ان کی ایسی علماتی تشکیل نو کرے جو نہ تو روایت سے انحراف ہو اور نہ ہی جدیدیت کے سامنے سپراندازی۔

انسانی فہم کی یہ 'اصولی فعالیت' ہی وہ راستہ ہے جو اسلام کے تصور علم کو ایک زندہ اور متحرک حقیقت بنا کر پیش کرتا ہے۔ جدید علمی تغیرات اگرچہ وحی کے مقابل انسانی عقل کی خود مختاری کا پرچار کرتے ہیں، مگر جب انسانی فہم وحی کے نور میں ان تغیرات کا تجربہ کرتا ہے، تو وہ ان میں موجود سچائی کے ذرات کو جذب کرنے اور باطل نظریات کو مسترد کرنے کی پوزیشن میں ہوتا ہے۔¹⁹ اس بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وحی اور فہم کا باہمی تعلق کوئی جامد رشتہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک تخلیقی عمل ہے جہاں وحی رہنمائی فراہم کرتی ہے اور انسانی فہم اس رہنمائی کو زمان و مکان کے قالب میں ڈھال کر علم کی وحدت کو برقرار رکھتا ہے۔

وحی اور انسانی فہم کے درمیان تعلق کی نوعیت محض نظری نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے ایک ایسی علماتی وساطت (Epistemic Mediation) کی ضرورت ہے جو مابعد جدیدیت (Postmodernism) کے پیدا کردہ فکری بحر انوں کا مقابلہ کر سکے۔ جدید علمی تغیرات نے جس "نسبتیت (Relativism)" کو جنم دیا ہے، وہ ہر قسم کی حتمی سچائی کے وجود پر سوالیہ نشان لگا دیتی ہے۔ اس تناظر میں اسلامی علمیات کے سامنے یہ چیلنج درپیش ہے کہ وہ وحی کی آفاقیات کا تحفظ کرتے ہوئے انسانی فہم کو اس قدر لچکدار بنائے کہ وہ بدلتے ہوئے حقائق کی تفہیم کر سکے۔²⁰ یہ علماتی واسطہ دراصل اس شعور کا نام ہے جہاں محقق یہ جانتا ہو کہ نص کا پیغام ابدی ہے مگر اس کی تعبیر میں انسانی عقل کا مخصوص تاریخی اور سماجی پس منظر شامل ہوتا ہے۔ اگر اس نکتے کو نظر انداز کر دیا جائے تو علم میں وہ جمود پیدا ہوتا ہے جو مسلم معاشروں کو جدید علمی دنیا سے منقطع کر دیتا ہے۔

اس علماتی توازن کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ جدید علوم کو محض "اغیار کا علم" سمجھ کر مسترد کرنے کے بجائے انہیں ایک "تحقیقی قرینے (Contextual Evidence)" کے طور پر دیکھا جائے۔ جدید تجرباتی علوم، ڈیٹا اینالیٹکس اور ٹیکنالوجی کے مظاہر ہمیں وہ بصیرت فراہم کرتے ہیں جو کسی شرعی حکم کی عصری ضرورت اور اس کے اثرات (Maqasid outcomes) کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ علمی تغیرات کے اس دور میں وحی اور فہم کے تعلق کی از سر نو تشکیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم اپنی علمی روایت میں "تہذیبی علمیات (Civilizational Epistemology)" کو دوبارہ زندہ نہ کریں، جو وحی کے مرکز سے جڑی ہونے کے باوجود انسانی تجربات کو جذب کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔²¹ یہی وہ مقام ہے جہاں اسلامی تصور علم اپنے دفاعی حصار سے باہر نکل کر ایک عالمی علماتی متبادل کے طور پر سامنے آسکتا ہے۔

مستقبل کے لائحہ عمل کے طور پر ہمیں ایک ایسے مربوط تعلیمی اور تحقیقی ماڈل کی ضرورت ہے جہاں وحی اور جدید علوم کے درمیان فاصلوں کو علماتی بنیادوں پر ختم کیا جائے۔

نتائج تحقیق

مذکورہ بالا تمام علمی اور تجزیاتی مباحث کی روشنی میں یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ معاصر عہد کے علمی تغیرات محض سائنسی دریافتوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ یہ علم کی تعریف، اس کی مابعد الطبعیاتی بنیادوں اور معیار صداقت میں ایک ایسے بنیادی تغیر (Paradigm Shift) کا نام ہیں جس نے وحی اور انسانی فہم کے روایتی توازن کو ایک سنجیدہ فکری چیلنج سے دوچار کر دیا ہے۔ اس تحقیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جدید دنیا میں پیدا ہونے والی علماتی بے سمتی کا اصل سبب وحی کے متن کی عدم مطابقت نہیں بلکہ اس انسانی فہم کا بحر ان ہے جو جدید مادی

اور مشاہداتی پیمانوں کے سامنے اپنی علماتی سالمیت (Epistemic Integrity) برقرار رکھنے میں دشواری محسوس کر رہا ہے۔ اسلامی علمی روایت نے ہمیشہ وحی کو ایک حتمی اور ابدی معیار کے طور پر تسلیم کیا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ انسانی فہم کو وہ خلاقی اور حرکی کردار بھی عطا کیا ہے جو بدلتے ہوئے زمان و مکان میں وحی کے منشا کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے۔

تحقیق کا ایک اہم نتیجہ یہ ہے کہ جدید دور میں وحی اور انسانی فہم کے تعلق کو نہ تو غیر تنقیدی قبولیت کے ذریعے منضبط کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کلی انکار کے ذریعے، بلکہ اس کے لیے ایک ایسی "ایپسٹیمک میڈی ایشن" (Epistemic Mediation) کی ضرورت ہے جہاں جدید تجرباتی علوم کو وحی کے مقابل ایک حریف کے بجائے ایک "معاون قرینہ" (Supporting Context) کی حیثیت دی جائے۔ یہ مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ جب انسانی فہم وحی کے نور میں جدید تغیرات کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ ان میں موجود "ایپسٹیمک خطرات" کی نشاندہی کرنے اور سچائی کے ان ذرات کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو انسانیت کی فلاح کے لیے ضروری ہیں۔ اصول فقہ اور اصول حدیث جیسے علوم درحقیقت اسی علماتی توازن کے ثمرات ہیں، جن کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ان کے اطلاقی پہلوؤں کی باز تشکیل وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مستقبل کے حوالے سے یہ تحقیق اس نکتے پر زور دیتی ہے کہ مسلم علمی دنیا کو ایک ایسی "تہذیبی علمیات (Civilizational Epistemology) کی بنیاد رکھنی چاہیے جو وحی کی مرکزیت پر قائم رہتے ہوئے جدید ٹیکنالوجی، سماجی علوم اور ڈیٹا پرمبنی علم کے ساتھ ایک با معنی اور تنقیدی مکالمہ کر سکے۔ علم کی وہ وحدت، جس میں مادی حقیقتیں اور الہامی سچائیاں ایک دوسرے سے بیہوش ہوتی ہیں، دوبارہ اسی صورت میں بحال ہو سکتی ہے جب انسانی فہم اپنی محدودیت کا اعتراف کرتے ہوئے وحی کی آفاقی رہنمائی میں کائنات کی تعبیر و تشریح کا فریضہ انجام دے۔ اختتامی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جدید علمی تغیرات اسلامی تصور علم کے لیے کوئی خطرہ نہیں بلکہ یہ انسانی فہم کی بیداری اور وحی کی معنویت کو نئے تناظر میں دریافت کرنے کا ایک نادر موقع فراہم کرتے ہیں۔

سفارشات:

اس تحقیقی مطالعے کے نتائج اور بحث و تہیص کی روشنی میں، معاصر علمی منظر نامے میں اسلامی تصور علم کی معنویت کو اجاگر کرنے اور وحی و انسانی فہم کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے درج ذیل سفارشات پیش کی جا رہی ہیں:

موجودہ تعلیمی اور تحقیقی اداروں میں اسلامی اور عصری علوم کے درمیان پائے جانے والے دو طرفہ انقطاع کو ختم کرنے کے لیے ایک مربوط علماتی نصاب کی تشکیل ناگزیر ہے۔ سفارش کی جاتی ہے کہ جامعات کے شعبہ اسلامیات میں سماجی اور تجرباتی علوم کو محض ثانوی مضمون کے طور پر پڑھانے کے بجائے انہیں وحی کے تناظر میں "علمیاتی تعامل" (Epistemic Interaction) کے فریم ورک کے تحت پڑھایا جائے تاکہ طالب علم جدید علمی تغیرات کو بطور قرینہ سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر سکے۔ اس مقصد کے لیے ایسی درسی کتب کی تیاری ضروری ہے جو جدید علمی پیراڈائمز کا اسلامی نقطہ نظر سے تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ پیش کرتی ہوں۔²²

تحقیقی کلچر میں تبدیلی لاتے ہوئے مسلم محققین کو دفاعی اور معذرت خواہانہ رویوں سے نکل کر "تہذیبی علمیات (Civilizational Epistemology) پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ سفارش کی جاتی ہے کہ تحقیقی مجلات اور علمی فورمز پر ایسے مقالات کی حوصلہ افزائی کی جائے جو محض روایتی مسائل کی تکرار کے بجائے معاصر دور کے "ایپسٹیمک شفٹس" اور ٹیکنالوجی کے اخلاقی و علمی اثرات کا گہرا ادراک رکھتے ہوں۔ خاص طور پر اصول فقہ اور اصول حدیث کے طالب علموں کو جدید ڈیٹا سائنس اور انفارمیشن تھیوری کے بنیادی اصولوں سے واقف کرایا جائے تاکہ وہ خبر صادق اور انسانی مشاہدے کے باہمی تعلق کو ڈیجیٹل دور کے تناظر میں نئے سرے سے منضبط کر سکیں۔²³

وحی اور انسانی فہم کے درمیان پائے جانے والے نازک توازن کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ "اپیستمیک میڈی ایشن" (Epistemic Mediation) کے تصور کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس سلسلے میں سفارش کی جاتی ہے کہ ایسے بین الریاستی تحقیقی مراکز (Interdisciplinary Research Centers) قائم کیے جائیں جہاں علمائے دین اور جدید علوم کے ماہرین مشترکہ طور پر معاصر مسائل کا حل تلاش کریں۔ یہ مراکز وحی کی ابدی تعلیمات کو جدید علمی اصطلاحات میں ڈھالنے کا فریضہ انجام دیں تاکہ اسلام کا تصور علم محض ایک تاریخی اثاثہ بننے کے بجائے ایک زندہ اور عالمی علمانی متبادل کے طور پر ابھر سکے۔²⁴

آخر میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ مسلم دنیا کے تعلیمی پالیسی ساز ادارے علم کی وحدت (Unity of Knowledge) کے تصور کو اپنی پالیسیوں کا محور بنائیں۔ جدید علمی تغیرات کے دور میں انسانی فہم کی تربیت اس نہج پر کی جائے کہ وہ وحی کی رہنمائی میں کائناتی حقائق کا مطالعہ کرنے کو اپنا بنیادی فریضہ سمجھے۔ جب تک انسانی فہم کو وحی کے نور میں جدید علوم کا تنقیدی جائزہ لینے کی آزادی اور تربیت حاصل نہیں ہوگی، تب تک ہم معاصر علمانی بحرانوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔²⁵



@ 2025 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (<http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/>)

حوالہ جات

- 1 Zaidi, Abbas Hussain. "Muslim Reconstructions of Knowledge: The Case of Faisalabad's Religious Schools." *Theory, Culture & Society* 23, no. 2-3 [2006]: 120-135.
- 2 Hassan, Mohd. Kamal. *A Return to the Qur'anic Paradigm of Development and Regional Integration: The Role of the Islamic University*. Kuala Lumpur: IIUM Press, 2010.
- 3 Abou El Fadl, Khaled. "The Epistemology of Truth in Modern Islam." *Philosophy & Social Criticism* 41, no. 4-5 [2015]: 421-432.
- 4 Osman, Bakar. *Islamic Science, Modern Science, and Post-Modernity*. Kuala Lumpur: Revelation and Science, 2011.
- 5 Hassan, Mohd. Kamal. *A Return to the Qur'anic Paradigm of Development and Regional Integration: The Role of the Islamic University*. Kuala Lumpur: IIUM Press, 2010.
- 6 Zaidi, Abbas Hussain. "Muslim Reconstructions of Knowledge: The Case of Faisalabad's Religious Schools." *Theory, Culture & Society* 23, no. 2-3 [2006]: 120-135.
- 7 Tayob, Abdulkader I. "The Paradigm of Knowledge of the Modern Islamic Resurgence." *American Journal of Islam and Society* 12, no. 2 [1995]: 155-169.
- 8 Abou El Fadl, Khaled. "The Epistemology of Truth in Modern Islam." *Philosophy & Social Criticism* 41, no. 4-5 [2015]: 421-432.
- 9 Shadi, Heydar. "An Epistemological Turn in Contemporary Islamic Reform Discourse." *Confluence: Online Journal of World Philosophies* 2, no. 1 [2015]: 34-58.
- 10 Zacky, M. F. M., and M. Moniruzzaman. "Islamic Epistemology in a Modern Context: A Review of Literature." *Social Epistemology* 38, no. 1 [2024]: 45-62.
- 11 Zaidi, Abbas Hussain. "Muslim Reconstructions of Knowledge: The Case of Faisalabad's Religious Schools." *Theory, Culture & Society* 23, no. 2-3 [2006]: 120-135.
- 12 Hassan, Mohd. Kamal. *A Return to the Qur'anic Paradigm of Development and Regional Integration: The Role of the Islamic University*. Kuala Lumpur: IIUM Press, 2010.
- 13 Abou El Fadl, Khaled. "The Epistemology of Truth in Modern Islam." *Philosophy & Social Criticism* 41, no. 4-5 [2015]: 421-432.
- 14 Osman, Bakar. *Islamic Science, Modern Science, and Post-Modernity*. Kuala Lumpur: Revelation and Science, 2011.
- 15 Sabic-El-Rayess, Amra. "Epistemological shifts in knowledge and education in Islam." *International Journal of Educational Development* 77 [2020]: 102231.
- 16 Shadi, Heydar. "An Epistemological Turn in Contemporary Islamic Reform Discourse." *Confluence: Online Journal of World Philosophies* 2, no. 1 [2015]: 34-58.
- 17 Sabic-El-Rayess, Amra. "Epistemological shifts in knowledge and education in Islam." *International Journal of Educational Development* 77 [2020]: 102231.
- 18 Ahmed, Ejaz, Atif Khan, and Muhammad Ashfaq Abbasi. "Islamic Civilizational Epistemology and Technology: A Critical Analysis." *Tanzur* 1, no. 1 [2025]: 88-105.
- 19 Zacky, M. F. M., and M. Moniruzzaman. "Islamic Epistemology in a Modern Context: A Review of Literature." *Social Epistemology* 38, no. 1 [2024]: 45-62.
- 20 Rashid, Muhammad. "Islamic Epistemology versus Postmodern Relativism: A Comparative Study." *Al-Hikmat Research Journal* 15, no. 1 [2024]: 12-28
- 21 Ahmed, Ejaz, Atif Khan, and Muhammad Ashfaq Abbasi. "Islamic Civilizational Epistemology and

- Technology: A Critical Analysis." *Tanazur* 1, no. 1 [2025]: 88-105
- ²² Sabic-El-Rayess, Amra. "Epistemological shifts in knowledge and education in Islam." *International Journal of Educational Development* 77 [2020]: 102231.
- ²³ Ahmed, Ejaz, Atif Khan, and Muhammad Ashfaq Abbasi. "Islamic Civilizational Epistemology and Technology: A Critical Analysis." *Tanazur* 1, no. 1 [2025]: 88-105.
- ²⁴ Shadi, Heydar. "An Epistemological Turn in Contemporary Islamic Reform Discourse." *Confluence: Online Journal of World Philosophies* 2, no. 1 [2015]: 34-58.
- ²⁵ Hassan, Mohd. Kamal. *A Return to the Qur'anic Paradigm of Development and Regional Integration: The Role of the Islamic University*. Kuala Lumpur: IIUM Press, 2010.